بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گزشتہ ماہ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کی ڈاک میں بہ زبان انگریزی ایک "دلچسپ" خط موصول ہوا۔ ذیل میں اِس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

جناب محترم!

بھرپور احترام کے ساتھ پوچھتا ہوں کہ "مسلمان کیوں ہمیشہ صرف مسیحی مذہب اور مسیحی ایمان و عقیدہ پر بحث کرتے ہیں۔ میں نے مسلمانوں کی اکثریت کو مسیحیّت کے بارے میں مباحثہ کرتے ہوئے پایا، جب کہ دُنیا میں بہت سے دوسرے مذاہب پر بھی عمل کیا جاتا ہے۔

براہ کرم میرے اٹھائے ہوئے سوال پر ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ سوچیں، اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ایسا ہی رویّہ دوسروں کا ہے تو اُنہیں ترغیب دیجیے کہ وہ کچھ معقولیت سے کام لیں۔

خط کے مضمون سے یہ امر بہر طور واضح ہے کہ لکھنے والا "مسیحی" ہے جسے یہ بات پسند نہیں کہ مسلمان مسیحیّت کے حوالے سے "بحث مباحثہ" کریں۔ افسوس کہ مکتوب نگار نے اپنا نام اور پتا لکھنا مناسب خیال نہ کیا کہ ہم اُنہیں اپنی معروضات ارسال کر سکتے، چوں کہ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" اُن کی نظر سے گزرتا ہے، اِس لیے زیرِ نظر صفحات کا سہارا لیا جا رہا ہے۔

مسلم نقطۂ نظر کے مطابق حضرت عیسیٰؑ اُسی سلسلتہ الذہب کی کڑی ہیں جس کا آغاز حضرت آدمؑ سے، اور خاتمہ حضرت محمد ﷺ پر ہوا، نیز حضرت عیسیٰؑ راہ گم کردہ بنی اسرائیل کی جانب وہی پیغام لائے تھے جو حضرت محمد ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے ۵۷۰ سال بعد عالمِ انسانیت کے سامنے پیش کیا۔ قرآن و حدیث میں حضرت عیسیٰؑ کے ذکرِ خیر اور قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کے ظہورِ دیگر پر مسلمانوں کے اعتقاد کے پیشِ نظر اُن سے یہ توقع رکھنا تو درست نہیں کہ وہ اپنے ایمان و عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کا اظہار نہ کریں۔ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ مسیحی دوستوں کے عقیدہ وایمان سے اختلاف بھی کیا ہے، مگر یہ سمجھنا درست نہیں کہ مسلمانوں نے مسیحی آبادی کے خلاف کبھی نفرت و تعصّب کا اظہار کیا ہے۔ برصغیر میں اسلام کا پیغام پہلی صدی ہجری ہی میں آ گیا تھا، اِس طرح یہاں

مسلمانوں کے وجود کو تیرہ سو سال سے زیادہ گزر چکا ہے، مگر برصغیر کی مختلف زبانوں میں جنم لینے والے مسلم ادب میں اُس وقت تک تردیدِ مسیحیّت پر چنداں کچھ نہیں لکھا گیا، جب تک مسیحی منادوں نے اسلام کو اپنے اعتراضات کا نشانہ نہ بنا لیا۔ دیکھیے! البیرونی گیارہویں صدی کے نصف اوّل میں برصغیر آیا، اُس کی "کتاب الہند" میں ہندو مذہب و معاشرہ زیرِ بحث ہے، نہ کہ مسیحیّت۔ اسی طرح سترہویں صدی کی تالیف "دبستانِ مذاہب" غیر مسیحی مذاہب سے مسلمانوں کی دلچسپی کی مظہر ہے۔ متعدّد دوسری کتابوں کے نام بھی گنائے جا سکتے ہیں جو مسیحیّت کے بجائے یا اس کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب سے بحث کرتی ہیں۔ اس لیے مکتوب نگار کی اِس رائے سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمان ہمیشہ مسیحیّت سے بحث کرتے ہیں، جبکہ دوسرے مذاہب کے بارے میں خاموش ہیں۔

کسی فرد کے اپنے دین کے ساتھ ساتھ دوسرے ادیان کے مطالعہ میں اہم تر بات یہ ہے کہ اِس کے پیچھے عوامل کون سے کارفرما ہیں؟ نوآبادیاتی دور میں یورپ میں متعدّد جامعات نے مطالعۂ اسلام پر خصوصی توجہ دی، بیسیوں اہلِ علم نے مسلمانوں اور اُن کے دین کو سمجھنے کے لیے زندگیاں وقف کر دیں، اُن میں سے چند ایک کے سوا جو ذوقِ مطالعہ کی تسکین کے لیے، یا دُنیائے انسانیت کے ایک حصّے کو سمجھنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہے تھے، زیادہ تر مغربی اہلِ علم یا تو اشاعتِ مذہب کے میدان میں اسلام کو نیچا دکھانے کے لیے یہ جگر کاوی کر رہے تھے یا اُن کی دماغ سوزی مغربی نوآبادیاتی گرفت مضبوط تر کرنے کے کام آ رہی تھی۔ ہمارے مکتوب نگار نوآبادیاتی دور کی تاریخ کے مطالعے سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس دور میں مسلمانوں کی سرگرمیوں میں کسی کو نیچا دکھانے یا کسی کو غلام بنائے رکھنے کے بجائے اپنے دین و ایمان کے تحفّظ کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ اور اگر مسیحی منادوں کے ساتھ اُنہیں "دوسرے مذاہب" سے بھی ایسے چیلنج کا سامنا ہوا تو اُنہوں نے "دوسرے مذاہب" کا بھی مطالعہ کیا اور اپنے دین و ایمان کے دفاع میں وہ سب کچھ کیا جو علمی و تحقیقی سطح پر کیا جانا ضروری تھا۔

آج عالمِ اسلام میں مطالعۂ مسیحیّت کے لیے کتنے ادارے کام کر رہے ہیں؟ ہمارے مکتوب نگار شاید دو چار اداروں سے زیادہ کے نام نہ لے سکیں، مگر ترقی یافتہ مغربی دُنیا میں بیسیوں ایسے ادارے ہیں جو بطور "ہدف" اسلام کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اِن پر مستزاد وہ اَن گنت جامعات اور مسیحی الٰہیاتی مدارس ہیں جن کے نصاب میں مطالعۂ اسلام شامل ہے۔ آج مسیحی دُنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جتنا کچھ پڑھا اور لکھا جا رہا ہے، کاش مسلمان خود اِس کمیّت کی خدمت انجام دے سکتے، مگر معلومات کی کمی ہے کہ ہمارا اعام مسیحی بھائی یہ باور کر رہا ہے کہ صرف مسلمان ہی ہمیشہ مسیحی ایمان و عقیدہ پر بحث کرتے ہیں۔ ہمیں اس پر اعتراض نہیں کہ کہ ہمارے مسیحی دوست اسلام کا مطالعہ کیوں کرتے ہیں؟ ہم تو اِس بات کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ اسلام کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کیا جائے اور خدائی پیغام کی علم بردار اُمتِ مُسلمہ کے ساتھ مسیحی دُنیا کے بہتر سے بہتر روابط ہوں۔ ہم مسیحیّت کا مطالعہ اِس لیے کرنا

چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک "لاعلمی" سے غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں اور بعض لوگ اپنے ذاتی، گروہی یا قومی مفادات کے حصول کے لیے مذہب کا مقدّس نام استعمال کر لیتے ہیں، مسیحیت ہو یا اسلام دونوں مذاہب عدل و انصاف کی دعوت دیتے ہیں، دُنیا کو خوبصورت تر بنانے کی بات کرتے ہیں، انسانیت کی فلاح و بہبود اُن کا مطمحِ نظر ہے۔ کیا اپنے اختلافات کو صحیح تناظر میں جانتے ہوئے اور دوسروں کے حقِ اختلاف کو تسلیم کرتے ہوئے مشترک مقاصد کے لیے کام نہیں کیا جا سکتا؟ شاید ہمارے مکتوب نگار مکالمہ بین المذاہب کی اُس روایت سے بھی پورے طور پر واقف نہیں جسے ویٹی کن اور "ورلڈ کونسل آف چرچز" کی طرف سے مسلسل آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ یہ روایت مسلمان اہلِ علم سے توقع رکھتی ہے کہ وہ مسیحیّت کا مطالعہ کریں، کیوں کہ مسیحیت کو جانے بغیر مسیحیوں سے کسی ثمر آور مکالمے کا کوئی امکان نہیں۔

مسیحی بھائیوں کی طرف سے اسلام کا مطالعہ یا مسلمان اہلِ علم کی جانب سے مطالعۂ مسیحیّت میں دلچسپی میں ضرورت اس امر کی ہے کہ زبان و بیان اور طرزِ اظہار کے حوالے سے اُس شائستگی کو پیشِ نظر رکھا جائے جِس کی ترغیب مسلمانوں کو جادلھم بالتی ھی احسن کے الفاظ میں، اور مسیحیوں کو اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت کرنے کے احکام میں دی گئی ہے۔